جناب عباد اللہ فاروقی ایڈوکیٹ

ابنِ یمین
و
نظریۂ "ہمہ اوست"

ابنِ یمین کا نام "امیر فخر الدین محمود" تھا۔ والد کا نام امیر یمین الدین محمد طغرانی تھا۔ ابنِ یمین تخلص کرتے تھے۔

آپ کے والد سلطان محمد خدا بندہ کے عہدِ حکومت میں (سنہ ۱۳۰۴ء تا سنہ ۱۳۱۲ء) خراسان میں آئے۔ خواجہ علاؤ الدین محمد جو سلطان ابو سعید خان کے زمانے میں سالہا سال صاحب دیوان (وزیر) رہے۔ آپ کے علم و فضل کے بڑے قدر دان تھے۔ قصبہ فریومد میں املاک و اسباب خرید کر آپ متوطن ہو گئے۔ چنانچہ اس قصبہ میں ابنِ یمین پیدا ہوئے۔

ابن یمین شیخ حسن کے مرید تھے۔ شعر و شاعری اپنے والد سے سیکھی۔ سالِ وفات سنہ ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء ہے۔

ابنِ یمین کے قطعات تو ایک دو مرتبہ چھپ چکے ہیں۔ جرمن زبان میں ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے لیکن اس کا دیوان بہت ہی کم یاب ہے۔ مولانا غلام علی آزاد بلگری کہتے ہیں کہ انھوں نے اس کا دیوان ردیف دال تک دیکھا ہے اور بعض اشعار بھی ان کی غزلوں کے نقل کیے ہیں۔ بعد میں اس دیوان کا سراغ مل گیا۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں میرے ایبٹ آباد کے قیام کے دوران میں مجھے میر ولی اللہ مرحوم نے یہ نسخہ جو ان کے پاس تھا پڑھنے کے لیے دیا۔ یہ نسخہ

مکمّل تھا۔ میں نے اس سے چیدہ چیدہ اشعار نقل کیے اور مرحوم کے ذاتی نوٹس وغیرہ سے بھی استفادہ کیا۔

ابن یمین کے زمانہ میں "ہمہ اوست" کے مسئلے نے اتنا فروغ پالیا تھا کہ صوفیائے کرام کی اکثریت نظریۂ وحدتِ وجود کی قائل ہو چکی تھی۔ ابن یمین کا دیوان دیکھئے کوئی صفحہ ہمہ اوست کی تعلیم سے خالی نہیں۔ ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کے دل و دماغ میں وحدتِ وجود نے کتنا گہرا اثر پیدا کر دیا تھا۔ ابن یمین اس مسئلہ کو بار بار اور ہر انداز سے بیان کرتے ہیں اور طرزِ ادا میں اس درجہ کا خلوص اور جوش پیدا کرتے ہیں کہ صرف فلسفیانہ قیل و قال نہیں بلکہ مخلصانہ وجد و حال کا لُطف آتا ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ ہر ایک چیز میں خصوصًا انسان میں حُسنِ ازل کا پَرتو ہے اور نہ صرف پرتو بلکہ عینِ ذات اور عینِ جوہر کی یگانگت ہے۔ عاشق اور معشوق، خالق اور مخلوق، شاہد اور مشہود ان کی نظروں میں ایک ہی حقیقت کے دو مختلف پہلو اور ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

تعالی اللہ کہ بنمود آں دلآرا ‌ ‌ ‌ جمالِ خویش را بر ما ہم آزما
جمالِ خویش را در خویش دیدم ‌ ‌ ‌ یکے شد شاہد و مشہود ایں جا

عوام حقیقت اور مجاز میں تمیز کرتے ہیں۔ لیکن ہمہ اوست کا قائل اس تمیز میں بھی وحدت ہی دیکھتا ہے۔ ابن یمین کے نزدیک بھی کوئی چیز مجازی نہیں ہے۔ حقیقت ہی حقیقت ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ما دیدہ ایم دو رُخِ خوبان جمالِ یار ‌ ‌ ‌ یعنی کہ ہست عینِ حقیقت مجازِ ما

ایک اور مقام پر کہتے ہیں ؎

ابنِ یمین زعشق بتاں منع کے تواں ‌ ‌ ‌ چوں عین گشتہ است عینِ حقیقت مجازِ ما

ابنِ یمین کو ہر سُو اور ہر شئے میں جلوۂ حقیقت نظر آتا ہے ؎

ہر طرف و ہر سو کہ مے بینم بسوئے ایں و آں
در درونِ دیدۂ من غیرِ آں دلدار نیست

بعض دفعہ نظریۂ ہمہ اوست پر آپ نے پوری پوری غزلیں لکھی ہیں - چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

آشکار و نہانِ من ہمہ اُوست — نقد جان و جہانِ من ہمہ اُوست
پُرشد از وے درون و بیرونم — در کنار و میانِ من ہمہ اُوست
بُلبل گلشن وصال وے ام — بلکہ آہ و فغان من ہمہ اُوست
بشنو از من سخن تو "ابن یمین" — زانکہ کام زبان من ہمہ اُوست

مرا کشتی واز من سر زدی باز — گرفتی جان واز تن سر زدی باز
بموسیٰ گرچہ گفتی لَن ترانیٰ — ولے از راہ ایمن سر زدی باز
درون دل نہاں گشتی و آخر — ازین دو چشم روشن سر زدی باز
نہانم گفتی از چشم خلائق — ز ہر مرد و ہر زن سر زدی باز

مؤخر الذکر غزل میں آپ کہتے ہیں کہ لَن ترانیٰ (یعنی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) محض ایک لن ترانی ہے اور بس - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اس لن ترانی کے اسے دیکھ لیا اور گو ہم سے بھی کہا جاتا ہے کہ میں مخلوق کی آنکھ سے پوشیدہ ہوں لیکن وہ مظاہراتِ خارجی میں عیاں ہے -

ابن یمین اس کثرت عالم کو نمود بے نمود خیال کرتے ہیں - ان کے نزدیک عین حقیقت صرف ایک ہے اور اس میں دُوئی کی گنجائش نہیں - ہر جگہ وہی حقیقت نظر آتی ہے - اور کان جو کچھ سنتے ہیں وہی ایک حقیقت ہے ؎

در حقیقت ہر دو عالم یک وجود ے بیش نیست
ایں ہمہ اشیاء کہ مے بینی نمودے بیش نیست
نغمۂ چنگ و نوائے نے و صوتِ عندلیب
ایں ہمہ ز آوازِ آں مطرب سُرودے بیش نیست

ابنِ یمین کے نزدیک زمان و مکان ایک آئینہ ہے جس میں حقیقت جس کے متعلق

کہا گیا ہے (کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِیْ شَاْنٍ) جلوہ گر ہے۔ اور یہ تمام تصویریں جو ہمیں نظر آتی ہیں اسی ایک حقیقت کی مختلف تجلّیات ہیں اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہر چہ مے بینم ہمہ آئینہ رُوئے وے ہست | نیست موجودے دروے عکس آں رُخسار نیست
ہر صورتے کہ در نظر آید نمود اُوست | مجموع کائنات ظہور وجود اُوست
عکسِ رُخسارِ تو در آئینہ جہاں بنمود | نیک دیدم کہ عکسِ تو ہمہ عین تو بود
آئینہ ایم بہر صفات تو ذات ہم | در ما نمودِ پرتوِ ذات و صفات ہم
جمالِ یار ز مرأتِ ما ہویدا شُد | چو دید ما بظہور آمدیم پیدا شُد

عکس آں چہرۂ زیبا کہ بعالم افتاد | این ہمہ نقش در آئینہ آدم افتاد

ابنِ یمین کائنات کے نقوش و صُور کو بے کار سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقت ایک ہے جو ہر جگہ ظاہر ہو رہی ہے ؎

ہمہ جا جلوہ کردہ یک معنی ست | این نقوش و صُور چہ درکاراست
یار خود را نمود از ہر جا | چشم بکُشا کہ وقتِ دیدار است

اِسی قبیل کا غالب کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

ہے مشتمل نمودِ صُور پر وُجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

ابنِ یمین بار بار اسی حقیقت کا اعلان کرتے ہیں ؎

رُوئے خود آں نگار زہر سو نمودہ است | خوش دولتے است ایں کہ مرا رُو نمودہ است
مجموعِ کائنات کہ آیند در نظر | در چشم عاشق آں رُخ نیکو نمودہ است
ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے نکوئے ہست | بر ہر طرف کہ روئے کنم روئے سوئے ہست
دیدن بجانبِ دگر اسے دوستان خطاست | اکنوں کہ یار جلوہ کناں رُو بروئے ہست
ہر صورتے کہ صنع تو انگاشت در جہاں | یا پرتوے ز روئے تو یا عین روئے ہست

ابنِ یمین فرماتے ہیں کہ ہمارے اور حقیقت کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں پردے

کی ضرورت صرف اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا بھی موجود ہو جس سے پردہ کرنا مطلوب ہو۔ جب کائنات میں سوائے اس کے اور کوئی موجود نہیں تو پردہ کیسا؟ اسی لیے فرماتے ہیں ؎

چوں غیر یارِ ما دِگر نیست در وجود
برداشت پردہ از رُخ و خود را نمودہ است

ابن یمین گو کبھی کبھی عاشق بن کر معشوق کے دیدار کی تمنا کرتے ہیں۔ ہجر کا گلہ کرتے ہیں اور وصال کی آرزو۔ لیکن ہمہ اوست کے غلبے میں پھر اسی دُوئی کو روئے حقیقت کا پردہ سمجھنے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

یک تجلی کرد یار و صورتِ ما شُد پدید — اے خوش آں عاشق کہ عینِ جلوۂ محبوب بود
گفتم نماز پیشِ دو آبروئے اُو کنم — دیدم بطاق آبروئے خود در سجود بود
یارِ ما خود را تماشا بر رخ ما مے کند — نیست غیرے روئے خود را خود تماشا مے کند
چو شاہد عین مشہود است ایں جا — بچشمِ خلق بر خود گشت ظاہر
ما کجائیم تا سخن گوئیم — از زبان ہموست ہر گفتار
نہ من از ہجر غمگینم نہ من از وصل مسرورم — ہمہ یارم ہمہ یارم اگر نزدیک اگر دورم
در کنارم کہ یارے بینم — خویش را در کنارے بینم
محو شد در جمال اُو ہمہ چیز — ہمہ را آں نگار مے بینم
از دہر چندے جوئیم نشان خود ہمے بینم — بخود ہر چند مے بینم بجز آں دلبرے بینم
بنگر بسوئے ما کہ جدا از خدا نئیم — ظاہر شدہ بصورتِ ما اُوست ما نئیم
غیرِ آن دلبر ما در دو جہاں نیست یکے — بجمالش بجز از وے نگراں نیست یکے

ابن یمین قرآن کریم کی ان آیات کے مطابق کہ "میں[1] نے اپنی رُوح انسان میں پھونکی" اور "ہم[2] نے انسان کو اچھی صورت پر پیدا کیا" کائنات کے ذرہ ذرہ میں اسی ایک حقیقت

---

[1] وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي [2] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

کو جلوہ گر بتاتے ہیں۔ لیکن انسان کو بالخصوص اس جمال کا مظہر خیال کرتے ہیں ؎

خود را نمود در ہمہ کائنات لیک نمود آں چناں کہ ز نوعِ بشر نمود

گفتمش یارب چہ باشد جانِ من اندر بدن گفت آنہم خود منم خود را بگِل اندودہ ام

در حقیقت بجز آں جانِ جہاں چیزے نیست گرچہ در دائرۂ صورتِ انسان باشم

اے دلربائے من کہ دل از من ربود خود را بخود بصورتِ آدم نمود

ابنِ یمین ظاہر باطن، دوست دشمن، مغز اور پوست، گل و بلبل، چاند اور سورج بلکہ ہر ایک چیز میں یار کا جلوہ اور حسن مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور گو اسے لامکانی کہتے ہیں تاہم کوئی مکان اس سے خالی نہیں پاتے ؎

اگر ظاہر وگر باطن ہمہ او ست ہمہ یار است اگر مغز است وگر پوست

در ہمہ روئے اُو بہ بین از ہمہ سوئے اُو برو

در ہمہ جا نشانِ آں دلبر بے نشاں ہست

بہر صورت کہ مے بینم بہر سُو بما شکل و شمائل مے نماید

صد آفریں بصنع نگارے کہ در وجود خود را بمن بصورت گُل چہرہ نمود

خوش دل شدم کہ روئے خود اندر قمر نمود خود را نمود لیک بشکلِ دِگر نمود

گرچہ از جا منزّہ ہست خدا ہمہ جا با خُدا منم امروز

ہر چہ در ظاہر نماید صورتِ یار است و بس

وآنچہ در باطن نماید محض دلدار است و بس

تجلّی جمال دلبرِ ما ست اگر مغز ست گر خود پوست اے دل

ہر طرف کردم نظر ہرگز ندیدم غیر تو ہر کہ جا رفتم توئی در خانہ و بازار ہم

ہر کہ جا دشمن من بود شد آں دوست ہمہ

ہر طرف مے نگرم در نظرم اوست ہمہ

گہے خود را بشکل گُل نمائی گہے در صورت بُلبل نمائی

نمائی ہر زماں خود را بشکلے عجائب دِلربائی خُود نمائی

گرچہ آں دلدارِ ما باجملہ اشیاء بود باوجود ایں ہمہ آں یارِ ما یکتا بود
ہرگز از وحدت، سوئے کثرت نرفت یک حقیقت جلوہ ہرجا مے کند
بگو ابنِ یمین عشاقِ اُو رُا کہ عین اُو بجز اعیاں مجوئید
مے نماید بدیدۂ عارف یارِ خود را بصورتِ اغیار
غیرِ اُو در دو جہاں جلوہ گرے نیست دگر
بجز تجلّی جمالش اثرے نیست دِگر
ہرچند گوش چنگ بہر سوئے تافتیم غیر از صدائے یا صدائے نیافتیم
گرچہ در کائنات می بینم ہمہ را نور ذات مے بینم
بہر سو بنگرم ابن یمین در عالم وحدت جمالِ یار مے آید ہمہ عینِ عیان من

ابن یمین کی شراب ابن یمین کی شاعری میں خواجہ حافظ کی طرح جا بجا شراب کا ذکر ہے مگر ان کا کمال یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی انھوں نے شراب کا نام لیا ہے، ساتھ ہی بتایا ہے کہ وہ شراب کونسی ہے۔ ان کے پورے دیوان میں ایک شعر بھی ایسا نہیں ملے گا جو خود بخود سیاق وسباق سے یہ نہ بتادے کہ یہ شراب شرابِ انگور نہیں بلکہ شرابِ طہور ہے۔ گو اس التزام نے ان کی غزلوں میں وہ شوخی پیدا نہیں ہونے دی جو ہمیں خواجہ حافظ کے ہاں نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مطالب کو استعارات کی نذر گاہ پر بھینٹ چڑھانا نہیں چاہتے تھے۔ اور وہ ہی پند و نصیحت کی روش جو اُنھوں نے اپنے مقطعات میں اختیار کی تھی، اسی کو اپنی غزل میں بھی قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

از دستِ یار ساغرِ وحدت کشیدہ ایم دربزمِ لامکاں ز مکین و مکان جُدا

ان کی شراب وہی شراب ہمہ دوست ہے۔ محفل ان کی شراب نوشی کی لامکان میں ہے جہاں مکین و مکان کی قید نہیں۔ ساقی ان کا خُدا ہے جو ساغرِ وحدت سے انھیں مست کردیتا ہے۔ ایک اور مقام پر شراب ظاہر سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

مرا حاجت نباشد با مئے صاف — کہ من مستم ز جام حق تعالےٰ

فردائے قیامت کی تشنگی کا علاج ان کے نزدیک ان کی یہی شراب ہے جس کا جمخانہ چشمۂ وحدت ہے ؎

بخور امروز تو از چشمۂ وحدت جامے — تا بفردائے قیامت نزنی وا عطشاہ

اے مئے عشق بیفزائے چنان مستی ما — کہ برود از سرِ ما داعیہ ہستی ما

شراب پینے والے داعیہ ہستی کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔ ابن یمین یہی غرض مئے عشق سے پوری کرتے ہیں۔

بادۂ رندانِ ما در ساغر و پیمانہ نیست — مستی این مے پرستان از جم و جمخانہ نیست

مانہ ازمے مست و بیخود مے شویم ابن یمین — آنکہ ہوش از ما برو جز یاد آں جانانہ نیست

ابن یمین کی شراب اس درجہ بیخود کر دینے والی ہے کہ پی کر ساقی اور مے نوش کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں ؎

تا کشیدہ زمئے وحدت اُو ابن یمین — مے ندانم کہ دگر من کیم و یار کدام

از جام وحدتش نہ چناں مست گشتہ ایم — تا تفرقہ بذاتِ تو آریم از صفات

اے دل از جام تجلّی مست باش — نیست شو با خویش با اُو ہست باش

شرابِ عشق کے پینے سے جو جوش و خروش اور بلندئ پرواز نصیب ہوتی ہے اس کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

حریفے کز شراب عشق نوشد — دو عالم را بیک جرعہ فروشد

کسے کو قطرۂ زین بادہ خوردست — چو دریا ہمہ بجوشد ہم خروشد

گرنمے نوشیم از جام وصلش دمبدم — ہر دم از خود رفتن و با خود خروشیدن چرا ست

ابن یمین بہ کنگرۂ عرش مے پرد — تا گشتہ است جرعۂ حسنِ تو پر و بال

ابنِ یمین نگاہ کی مستی کو بھی شراب سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی وہ ساقی کی چشم مست سے مست ہوتے ہیں کبھی اس کے غمزے سے۔ فرماتے ہیں ؎

ز چشم مستِ تو عشّاق مے پرست شدند — ہمہ سبوکش بزم مئے الست شدند

زیادہ ہائے فرح بخش غمزۂ ساقی　به نیم جرعہ حریفان تمام مست شدند
گفتیم کہ بے ہوشی ما از چہ شراب است　بر غمزہ ساقی ہمہ کردند حوالہ

زاہدِ شہر کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ چلہ کشی سے مطلب برآری نہ ہوگی۔ شرابِ عشق پیو تاکہ مسلمان بنو ؎

زاہدِ شہر دو صد چلہ اگر بنشیند　تا نہ نوشد ز مئے عشق مسلماں نشود
مزن بمستی عشاق طعنہ اے واعظ　کہ جرعہ نوش مئے عشق پارسا یانند

ابن یمین کے نزدیک شرابِ عشق کا اثر صبحِ ازل سے شامِ ابد تک رہتا ہے اور کبھی زائل نہیں ہوتا ؎

جرعہ نوشانِ مئے عشق تو از روز ازل　مست و دیوانہ شدہ والہ و شیدا رفتند
ہر کہ از بادۂ عشق تو یکے جرعہ خورد　تا بفردائے ابد نیست کہ بیدار شود
ساقی عشق ہمہ جام دمادم دارد　تا ابد والہ و دیوانہ و مستیم دگر
یارب چہ بادہ بود کہ ساقی بشانہ داد　خم ہا کشیدم از وے و مخمور تر شدم

معلوم نہیں ابنِ یمین کا یہ مشربۂ خاص الخاص کونسا ہے جس کی تمنا کرتے ہیں ؎

ساقیا گر کرمے ہست بمخمورانت　کاسۂ در دہ ازاں مشربہ خاص الخاص
بادۂ وحدت اگر جوش زند در رہِ عشق　ہمہ مستند ازیں مے چہ عوام چہ خواص

ابنِ یمین جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ہمیشہ خمخانۂ وحدت سے شرابِ وحدت پیتے ہیں۔ ؎

محرم بادہ ز خمخانہ وحدت دادند　مست کردند و ہمہ جام محبت دادند
ساقئ عشق بیک جرعہ مرا مست فگند　مے ندانم کہ دریں بادۂ او مایہ چہ بود
ابن یمین چو مست شد از جام وحدتش　از ہر چہ غیر دوست بود بے خبر نمود
من کہ مستم از مئے توحید او ہر جا کہ ہست　حُسن واجب دیدہ ام از کون و مکان بے خبر

ابنِ یمین اگرچہ مے توحید سے مست ہیں لیکن شریعت کا دامن نہیں چھوڑتے ہیں ؎

گرچہ مستیم از مئے توحید　لیک در حکم شرع ہشیاریم

فنا فی اللہ ہمہ اوست کے ملحقات میں فلسفۂ تصوف کی رُو سے ارتقائے رُوحانی

کی ایک منزل فنافی اللہ کا درجہ ہے جو سالک کو بقا باللہ کی دولت سے مالامال کرکے اس کے قطرۂ وجود کو ایک دریائے ناپیدا کنار بنادیتا ہے۔ ابن یمین فرماتے ہیں۔

ؔ غریق یارم از اغیار فارغ میانِ بحر از ساحل کہ گوید
گم شد ہمگی ابنِ یمین در رہِ توحید ہرچند کہ جوئی و یبنابی اثر ما
آں قول کہ در کوئے تو از اہلِ فنا شد ہرچند بخود نیست ولیکن بتو ہستند
ہرکس کہ در مشاہدۂ روئے یار ہست از خود اثر نیافت دراں حالت شہود
آں زماں تفرقہ از عاشق و معشوق رود کہ رسد دلبر و بس تحت کنارے گیرد

قطرۂ آب سمندر سے باہر کچھ حقیقت نہیں رکھتا لیکن اگر سمندر میں ہو تو یا وہ سمندر ہے یا موتی۔ اسی طرح انسان بھی جب تک بحرِ وحدت سے باہر کچھ نہیں۔ لیکن بحرِ وحدت میں غرق ہوکر وہ ایک درِّ ثمین یا خود بحرِ بیکراں بن جاتا ہے۔ اس مضمون کو ابنِ یمین اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

در تو گم شد دلِ سودا زدۂ من یا رب قطرہ در بحر بیفتاد و دُر مکنون شد
زخویشتن خبرے در رہش نے یابم وجودِ من ہمہ در بحر وحدت است غریق
مستغرقم بہ بحرِ شہود جمال او نے بیم ہجر ماند نہ اُمید از وصال
گرچہ در ملک کثرتم اے دِل غرق دریائے وحدتم اے دِل
موج دریائے جلالش کہ تلاطم افگند ما ہمہ غرقۂ آں موج و تلاطم شدہ ایم
ذرہ بودم گشتہ اکنوں آفتاب قطرہ بودم ایں زماں دریا شدم
اندروں دریائے بےپایاں عشق تا فرو رفتم دُرِ یکتا شدم
ماگشتہ در ذات تو اے بحر زلالیم نے طالب دیدار و نہ جویان وصالیم

ابن یمین فرماتے ہیں کہ اگر مقصود شاہدِ حقیقی ہے تو نہ من و تو کا سوال رہتا ہے نہ جان و تن کا۔ صرف ایک حقیقت رہتی ہے اور بس ؎

باید اندر نظر آں روئے نکو ماند و بس نہ تو مانی نہ من و جملہ ہم او ماند و بس
ہرچہ باشد ہمہ را محو و رد باید کرد کہ نہ تن ماند و نے جان ہمہ او ماند و بس

ابنِ یمین کے نزدیک بقا حاصل کرنے کے لیے فنا فی اللہ ہونا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں

گر بقا خواہی برو فانی شو اے ابنِ یمین ‏ ‏ از بقائے او بجز اہل فنا را نیست حظ

غزل کے اشعار ملاحظہ ہوں

روز و شب از پئے وصالِ خودیم ‏ ‏ طالبِ حسن از جمالِ خودیم

یار ما در ما جمالِ خود بنمود ‏ ‏ بعد ازیں عاشق جمالِ خودیم

خود کشیدیم نقش ایں خط و خال ‏ ‏ در تماشائے خط و خالِ خودیم

یار ما را بخویش فانی کرد ‏ ‏ در رہِ عشق پائمالِ خودیم

تا ز خود فانی و با او باقی ام ‏ ‏ با حریفاں ہمہ میم ہمہ ساقی ام

منصور وقت خود شدم خود را بدار آویختم ‏ ‏ او من شد و من او شدم بادے عجب آمیختم

من کہ در ذاتِ او شدم فانی ‏ ‏ کے بسوئے صفات مے بینیم

گشتم یکے، با جانِ جاں رفت آں دوئی از درمیاں × من بعد اے آرامِ جانِ من ہم تو ام تو ہم منی

ابنِ یمین راہِ فنا میں کسی آزاد مرد کی ہمراہی یا رہبری کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں

آزادۂ کجاست کہ راہِ فنا رویم ‏ ‏ بگزشتہ از دو کون بملکِ بقا رویم

کُنہ ذات باوجود ہمہ اوست اور فنا فی اللہ کے سالک کے لیے کُنہ ذات سے کَمَا حَقُّہٗ آگاہ ہونا ممکنات سے نہیں ہے۔ ابنِ یمین کے نزدیک اس ذاتِ غیر محدود کی حقیقت کو آدمی کی محدود عقل کبھی نہیں سمجھ سکتی۔ اور عارف کے لیے انتہائی مقام مقامِ حیرت ہے۔ فرماتے ہیں

گفتی خبرے گوئے ازاں شاہد جانہا ‏ ‏ مجز بے خبری نیست دریں راہ خبر ما

اے عاجز از تمدح ذاتِ تو عقلِ کل ‏ ‏ وے قاصر از ثنائے تو کام و زبانِ ما

در بساطِ وحدت او ہیچ عاقل رہ نیافت ‏ ‏ در حریمِ کنہ ذات او کسے محرم نشد

ابنِ یمین کہتے ہیں کہ عینِ ذات کی حقیقت سے آگاہ ہونا تو ممکن نہیں ہے۔ البتہ اس کی صفات اور ان کے مظاہر کے مطالعہ سے عارف اپنے دلِ بیقرار کو مطمئن کر سکتا ہے۔

ے دلا مرنج اگر عین ذات ننماید کہ ذاتِ دلبرما جز صفات ننماید
بکائنات نظر کن جمال دوست بہ بیں کہ روئے یار بجز کائنات ننماید
یار ہمسایہ و ہمسایہ ندیدم دریغ ماز ہمسایہ بجز سایہ ندیدم دریغ
در کنار تو چو اطفال کہ پروردہ شدیم شیر خوردیم و لے دایہ ندیدم دریغ
سود و سرمایہ شہر دل ما روئے تو بود شہر ویراں شد و سرمایہ ندیدم دریغ
عمر بگزشت بتلخی ہمگی ابن یمین شربتے از لب لعلش نچشیدم دریغ

عشق کی منزلیں اتنی کٹھن اور طویل ہیں کہ ان کا طے کرنا محال ہے ے

عمرہا ایں راہ رفتم بر سرِ راہم ہنوز محض نور مہ شدم جوئندہ ماہم ہنوز
گرچہ عمرے در طلب چوں ذرہ سرگرداں شدیم عاقبت در آفتاب حُسنِ او حیراں شدیم
گفتم بہ بزم قرب رسم دور تر شدم جُستم رہ وصالِ تو مہجور تر شدم
مشکل بگرد وصل تو اے دلربا رسم صد سال اگر بسرعت باد صبا روم
ہزاراں سال اگر ایں راہ پوئیم نگردد قطع قطع ہرگز ایں بیاباں
چہ دانم چوں تو انم رفت ایں راہ کہ مرکب لنگ و ہمراہاں شتاباں

ابن یمین کا خیال ہے کہ کعبۂ وصل تک پہنچنا محال ہے کیوں کہ اس کا پتہ کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ صرف وہاں تک پہنچنے کی آرزو انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے۔ تاکہ ہمیشہ راہِ طلب میں سرگرداں رہے۔ فرماتے ہیں ے

کعبۂ وصلِ تو بے نام ونشاں ساختہ اند
در بدر ساختنِ شاہ و گدا بُود غرض

رُموزِ بے خُودی صوفیانہ شاعری کا ایک معقول حصّہ خُودی کے ضرر اور بے خُودی کی ضرورت کے بیان کے لیے وقف رہا ہے۔ وہ لوگ خودی کو منزلِ مقصود کا سنگِ راہ خیال کرتے رہے۔ مدعا صرف یہ تھا کہ عشق کی وارفتگی کامل ایثار چاہتی ہے اور جب تک عاشق اپنی تمام خواہشوں کو مٹا کر محبوب کی خواہش کو اپنی خواہش نہ بنالے اس وقت تک خام رہتا ہے۔ ابنِ یمین ان خیالات کا یُوں اظہار کرتے ہیں ے

گفت اے ابنِ یمین از خود گزر گر تو داری میل بر دیدار ما
یار ما گفتہ کہ باید از وجود خود گزشت ہر کہ دارد آرزوے دیدنِ دیدار ما

ابنِ یمین کا خیال ہے کہ معشوق کے چہرے کا نقاب اور حجاب سوائے ہمارے اپنے وجود کے اور کچھ نہیں۔ ہمارا پندارِ ہستی ہمارے اور ہمارے معشوق کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بروئے یار بجز ہستیت نقابے نیست تو از میانہ برو رو دگر حجابے نیست
از پیشِ نظر دور کن این پردۂ ہستی در دیدہ فزون است اگر خار و خسے ہست
کرم کن از میاں بردار مارا وجود ما چو حائل مے نماید
رفع کن ابن یمین پردہ ہستی از میاں تا میان تو و معشوق حائل نشود
ابن یمین بعرصۂ ہستی چو بگزری ہر ذرہ حجاب بود ہمچو کوہِ قاف
بیا ابن یمین از خود سفر کن کہ نبود ہیچ چیزے جز تو حائل

نمودِ خودی یا خود نمائی جس پر اقبال نے بے حد زور صرف کیا ہے، ابن یمین کے نزدیک یہ صرف خدا کا خاصہ ہے، انسان کا کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی نمائش کرے۔ اگر معشوق کے ساتھ تو آشنائی پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنے آپ سے بیگانہ ہو جا۔ فرماتے ہیں ؎

نمودن خود بخود عین خدائی ست تو خود گم شو چہ جائے خود نمائی ست
زخود بیگانہ بودن در رہِ عشق باآں معشوق طرحِ آشنائی ست
عاشقاں را کہ بود قبلہ جمال جاناں نبود ہیچ نمازے بجز از ترکِ وجود
ہم بکعبہ سفر مے کنند ابنِ یمین تو از علائقِ ہستی سفر کنی چہ شود

حریمِ وصل میں عاشق کی رسائی صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ اس مجلس کو بیگانوں سے خالی کردے۔ فرماتے ہیں ؎

تا بما در خانۂ دل آں بتِ زیبا نشست خانہ از ما کرد خالی خود بجائے ما نشست
خویش را بیروں فگندم از حریم وصل او چوں دریں خلوت سرا بیگانہ خود را یافتم
گرچہ اول مے نماید کارہا ابن یمین انتہائے کارِ ما ترکِ وجودے بیش نیست

باید از خود بگسلا روز نخست ابن یمین وصل آں دلدار را ہر کس تمنا مے کند

خواجہ حافظ اِسی خیال کو نہایت دلفریب اور لطیف پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

خواجہ حافظ اور ابن یمین اس میں شبہ نہیں کہ خواجہ حافظ ابن یمین کے کلام سے کسی حد تک متاثر نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ آپ کی شاعری سراسر ابن یمین کی شاعری کا تتبع، نقل اور سرقہ ہے کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

آہنگِ حافظ :-

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد عارف از پرتوِ در طمع خام افتاد

آہنگِ ابن یمین :-

عکس آں چہرۂ زیبا کہ بعالم افتاد ایں ہمہ نقش در آئینہ آدم افتاد

آہنگِ حافظ :-

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست

آہنگِ ابن یمین :-

ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے نکوئے ہست بر ہر طرف کہ روئے کنم روئے سوئے ہست

آہنگِ حافظ :-

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند واندراں ظلمتِ شب آبِ حیاتم دادند

آہنگِ ابن یمین :-

لحدم بادہ ز خمخانۂ وحدت دادند مست کردند و ہمہ جامِ محبت دادند

آہنگِ حافظ :-

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

آہنگِ ابن یمین :-

تو از میانہ بروں رو دگر حجابے نیست بروئے یار بجز ہستیت نقابے نیست